تحقیق وتنقید

مولانا ارشاد الحق اثری

# کیا عورت مردوں کی امامت کرا سکتی ہے؟

مکرمی ومحترمی جناب مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله و بركاته

'اشراق' کے شمارہ مئی ۲۰۰۵ء میں 'عورت کی امامت' کے متعلق چھپنے والے مضمون کی فوٹو کاپی ارسال کرنے پر شکرگزار ہوں۔ آپ نے درست فرمایا ہے کہ غامدی صاحب اور اربابِ اشراق اسلام کا نیا ماڈل متعارف کرانے میں مصروف ہیں اور شاذ اقوال کی بنیاد پر نت نئے فتنوں کو پروان چڑھانے میں سرگرم ہیں۔ 'عورت کی امامت' کا مسئلہ نیا نہیں، پرانا ہے۔ اور علماے حق اس بارے میں بحمداللہ ایک عرصہ ہوا احقاقِ حق کا فریضہ ادا کرچکے ہیں۔

جزاهم الله أحسن الجزاء

اس بحث میں اشراق نے جو رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے، اس بارے میں چند وضاحتیں پیشِ خدمت ہیں جس سے ان حضرات کے دجل وفریب کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

## 'اشراق' کی غلط بیانیاں

پہلا دجل: حضرت امّ ورقہؓ کی روایت کی صحت وضعف کے حوالے سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ

''حافظ ابن حجرؒ عسقلانی التلخیص الحبیر میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی ولید بن عبداللہ بن جمیع مجہول الحال ہیں مگر ابن حبان نے ان کو ثقہ شمار کیا ہے۔''

('اشراق' بابت مئی ۲۰۰۵ء: ص ۳۹)

حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے التلخیص میں قطعاً ولید بن عبداللہ کو مجہول الحال نہیں کہا۔ ان کے الفاظ ہیں:

”وفي اسناده عبد الرحمن بن خلاد وفيه جهالة“ (التلخیص: ج۲/ص۲۷)

www.KitaboSunnat.com

© rasailojarаid.com

''اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن خلاد ہے اور اس میں جہالت پائی جاتی ہے۔''

علامہ البانیؒ ......جن کا حوالہ اشراق میں بار بار دیا گیا...... نے بھی إرواء الغلیل ج۲/ ص۲۵٦ میں حافظ ابن حجرؒ سے عبدالرحمٰن کی جہالت ہی نقل کی ہے۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ یہ ولید بن عبداللہ کے مجہول الحال ہونے کی بات کہاں سے درآئی۔

دوسرا دجل: یہی نہیں بلکہ صرف دس سطر بعد یہ بھی کہا گیا کہ

''دوسری حدیث کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن خلاد الانصاری کے بارے میں حافظ ابن حجر نے التقریب میں کہا ہے کہ وہ مجہول الحال ہے۔ مگر التلخیص الحبیر میں وہ کہتے ہیں کہ ابن حبان نے اسے ثقہ مانا ہے۔'' (اشراق: ص۳۹)

حالانکہ یہ بھی محض دھوکہ اور فریب ہے کہ ''التلخیص میں وہ کہتے ہیں کہ ابن حبان نے اسے ثقہ مانا ہے۔'' جب کہ التلخیص میں ابن حبانؒ کی توثیق قطعاً منقول نہیں، بلکہ اس میں بھی یہی کہا ہے کہ ''فيه جهالة'' اس میں جہالت ہے۔ اسے کہتے ہیں یک نہ شد دو شد!

## امام ابن قدامہؒ کے موقف میں تحریف

تیسرا دجل: اسی طرح اشراق میں امام ابن قدامہؒ کے حوالے سے یہ بھی نقل کیا گیا:

''عورت محض عورتوں کی امامت کرے، اس کی تردید ابن قدامہ نے المغنی ج۲/ص۱۹۸ میں یہ کہہ کر کی ہے کہ ورقہ بنت عبداللہ بن حارث کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک مؤذن مقرر کیا اور اُنہیں حکم دیا کہ وہ اپنے اہل خاندان (محلّہ) کی امامت کرے، یہ حکم مردوں اور عورتوں کے لئے عام ہے۔'' (اشراق: ص۴۰)

حالانکہ یہ بھی محض فریب ہے۔ امام ابن قدامہؒ کا یہ موقف قطعاً نہیں بلکہ اُنہوں نے تو اس کی تردید کی ہے۔ چنانچہ پہلے انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ

”أما المرأة فلا يصح أن يأتم بها الرجل بحال في فرض ولا نافلة في قول عامة الفقهاء“ (المغنی:۳۲/۳، مسئلہ۲۵۴)

''عموماً فقہا کے قول کے مطابق مرد کے لئے عورت کی اقتدا کرنا کسی صورت صحیح نہیں، نہ فرضی میں اور نہ ہی نفلی نماز میں۔''

© rasailojaraid.com

اِس کے بعد اُنہوں نے امام ابوثورؒ اور امام مزنیؒ کا موقف نقل کیا ہے۔ پھر "بعض أصحابنا" کہہ کر یہ نقل کیا ہے کہ

''مرد تراویح میں عورت کی اقتدا کرے مگر عورت، مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔ کیونکہ اُمّ ورقہؓ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ایک مؤذن مقرر کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے 'اہل خاندان' کی امامت کرے۔ یہ حکم مردوں اور عورتوں کے لئے عام ہے۔'' (المغنی:۳/۳۲)

غور فرمایا آپ نے کہ امام ابن قدامہؒ تو اسے بعض حنابلہ کی دلیل کے طور پر ذکر کر رہے ہیں مگر اشراق کے مضمون نگار جناب خورشید عالم اسے امام ابن قدامہؒ کا موقف ذکر کرتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں انہوں نے اس موقف کی ''عورت محض عورت کی امامت کرے'' تردید کی ہے اور فرمایا کہ اس حدیث میں حکم ''مردوں اور عورتوں کے لئے عام ہے'' حالانکہ انہوں نے ''عورت محض عورت کی امامت کرے'' کے موقف کی قطعاً تردید نہیں کی بلکہ جن بعض حنبلی حضرات نے نفلی نماز، مثلاً تراویح میں مرد کے لئے عورت کی امامت پر اس روایت سے استدلال کیا ہے، ان کا موقف نقل کیا ہے۔ اب ہم خورشید عالم صاحب کی عبارت فہمی پر بجز اس کے اور کہہ سکتے ہیں کہ سخن فہمی عالم بالا معلوم شد!

رہا علامہ ابن قدامہؒ کا موقف جو انہوں نے ابتدا میں عموماً فقہا کرام سے نقل کیا ہے، اسکی تائید اور (بعض أصحابنا) بعض حنابلہ کے سابقہ موقف کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وحديث أمّ ورقة: إنما أذن لها أن تؤم نساء أهل دارها كذلك رواه الدارقطني وهذه الزيادة يجب قبولها ...... الخ" (المغنی ۲/۳۳ مع الشرح الکبیر)

''اور (رہی) حدیثِ اُمّ ورقہ تو بے شک اُنہیں اہل خانہ کی عورتوں کو نماز پڑھانے کی اجازت دی تھی جیسا کہ امام دارقطنیؒ نے اسے روایت کیا ہے، اس زیادت کو قبول کرنا واجب ہے۔''

اس کے بعد اُنہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر یہ تعیین کہ اُنہیں عورتوں کو نماز پڑھانے کی اجازت دی گئی تھی، نہ ہوتی تب بھی روایت اسی پر محمول تھی کہ وہ عورتوں کو نماز پڑھاتی تھیں۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

"ولو لم يُذكر ذلك لتعيَّنَ حملُ الخبر عليه لأنه أذِن لها أن تؤمَّ في

الفرائض بدليل أنه جَعَل لها مؤذِّنا والاذان إنما يُشرعُ في الفرائض ولا خلاف في أنها لا تؤمهم في الفرائض ولأن تخصيص ذلك بالتراويح واشتراط تأخرها تحكُّمٌ يخالف الأصول بغير دليل ...... الخ“

”اگر یہ زیادت نہ ہوتی، تب بھی حدیث کو اسی معنی میں متعین کیا جائے گا کیونکہ اُمّ ورقہ کو فرض نمازوں کی امامت کی اجازت دی گئی تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے لئے مؤذن مقرر کیا گیا اور اذان فرض نمازوں کے لئے ہی مشروع ہے اور اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ عورت مردوں کی فرائض میں امام نہ بنے، اور اسلئے بھی کہ اس کی تراویح کے ساتھ تخصیص اور یہ شرط کہ وہ (مردوں کے) پیچھے رہے، تحکم ہے جو بلا دلیل اُصول کے مخالف ہے۔“

اس عبارت کے بعد علامہ ابن قدامہؒ کے موقف میں کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ اُنہوں نے واضح اور صاف طور پر حضرت اُمّ ورقہ کی امامت کو سنن دارقطنی کی روایت کی بنا پر گھر کی عورتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر یہ واضح روایت نہ بھی ہوتی تب بھی اسے عورتوں کے لئے مخصوص سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ فرض نماز کے لئے عورت کی اقتدا نہ کرنے میں (حنابلہ کے ہاں) کوئی اختلاف نہیں۔ اور اسی روایت کو تراویح کے لئے جو بعض نے محمول کیا ہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ امام عورت، مقتدی مردوں سے پیچھے رہے یہ تحکم ہے اور اُصول کے خلاف ہے۔

مگر اس کے بالکل برعکس اشراق کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:

”چنانچہ المغنی میں ابن قدامہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض حنبلی اصحاب کا قول ہے کہ عورت کے لئے نمازِ تراویح میں مردوں کی امامت جائز ہے۔ ابن قدامہ ان اصحاب کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کیلئے مؤذن مقرر کیا تھا جس سے پتا چلتا ہے کہ فرائض میں امامت کی اجازت دی گئی، کیونکہ اذان تو صرف فرضوں کیلئے دی جاتی ہے۔“ (اشراق: ۴۱)

یہاں بھی یہ کھیل کھیلا گیا ہے کہ پہلے تو علامہ ابن قدامہ نے 'بعض حنبلی اصحاب' کا جو موقف ذکر کیا تھا، وہ مکمل طور پر نقل نہیں کیا۔ ثانیاً انکی جو تردید تھی، اسے بھی پوری طرح بیان نہیں کیا۔

'بعض حنبلی اصحاب' فرماتے ہیں کہ ”يجوز أن تؤم الرجال في التراويح وتكون وراء هم“ ”جائز ہے کہ عورت مردوں کو تراویح میں امامت کرائے اور عورت ان

© rasailojarald.com

کے پیچھے ہو۔'' یعنی تراویح میں بھی عورت امام ہو تو مردوں کے آگے نہیں بلکہ پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھائے۔ اسی کی تردید علامہ ابن قدامہ نے کی کہ تراویح کے ساتھ تخصیص اور ''اشتراط تأخرھا'' (عورت کا مردوں کے پیچھے ہونے کی شرط) تحکم اور خلافِ اُصول ہے۔

اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ جن 'بعض حنبلی اصحاب' نے عورت کے لئے نماز تراویح میں مردوں کی امامت جائز قرار دی ہے، وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ مردوں کے آگے بڑھ کر امام نہ بنے بس پیچھے رہ کر نماز پڑھائے، گویا مقتدی آگے اور امام پیچھے۔ ان کے اس موقف کی جو تردید کی، اسے تو اشراق میں بیان کردیا گیا مگر درمیان میں امام ابن قدامہؒ نے جو یہ فرمایا تھا: ''ولاخلاف في أنها لاتؤمهم في الفرائض'' اور اسی میں کوئی اختلاف نہیں کہ عورت فرض نمازوں میں مردوں کی امامت نہ کرائے، اسے بڑی دلیری سے حذف کردیا گیا۔ ع دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا !!

## سنن دارقطنی کی حدیث

سنن دارقطنی باب ذکر الجماعة وأهلها وصفة الإمام کے حوالے سے امام ابن قدامہؒ نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا، اس کے مکمل الفاظ مع سند یوں ہیں:

حدثنا أحمد بن العباس البغوي ثنا عمر بن شبة ثنا أبو أحمد الزبيري نا الوليد بن جُميع عن أمه عن أم ورقة أن رسول الله ﷺ أذِن لها أن يُـؤَذَّنَ لَهَا ويُقَامَ وَتَـؤُمَّ نِسَاءَ هَا (سنن دارقطنی: ج۱ص۲۷۸، حدیث ۱۰۶۹)

اس حدیث کی ابتدائی سند صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ولید بن جمیع بھی ثقہ ہیں۔ البتہ ان کی والدہ جس سے وہ روایت کرتے ہیں، ان کی توثیق منقول نہیں۔ مگر اس روایت سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اُمّ ورقہؓ کو گھر کی عورتوں کو نماز پڑھانے کی اجازت دی گئی تھی، مگر خورشید صاحب پہلے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''اُمّ ورقہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اجازت دی تھی کہ اس کے لئے اذان دی جائے اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنی عورتوں کی امامت کیا کرتی تھی۔'' (اشراق: ۳۸)

ثانیاً، اسی ترجمہ کی بنا پر یہ کہا گیا کہ ''یہ امام دارقطنی کے اپنے الفاظ ہیں، حدیث کے الفاظ

© rasailojaraid.com

نہیں۔ یہ ان کی اپنی رائے ہے۔'' إنا لله وإنا إليه راجعون!

حالانکہ یہ محض وسوسہ شیطانی ہے کہ ''یہ امام دارقطنی کے اپنے الفاظ ہیں، حدیث کے الفاظ نہیں'' بلکہ یہ امام دارقطنی پر بہتان ہے کہ اُنہوں نے اسے حدیث میں شامل کردیا۔ اس کے برعکس علامہ ابن قدامہؒ تو فرماتے ہیں "هذه الزيادة يجب قبولها"

کہ ''اس زیادت کو قبول کرنا واجب ہے۔''

علامہ ابن جوزیؒ نے التحقیق میں یہ روایت نقل کی اور اسی پر ولید اور اس کی والدہ پر جرح کی کہ ''ولید ضعیف اور اس کی والدہ مجہولہ ہیں۔'' ابن حبانؒ نے کہا کہ ''ولید قابل احتجاج نہیں۔'' (التحقیق: ج۱/ص۳۱۳ رقم ۳۸۷)۔ علامہ ذہبیؒ نے تنقیح التحقیق میں بھی دارقطنی کی یہی روایت ذکر کی اور فرمایا کہ "لا يصح" یہ صحیح نہیں۔ (ج۱/ص۱۱۹) مگر اس آخری جملہ کو یہ کہہ کر کسی نے ردّ نہیں کیا کہ یہ امام دارقطنیؒ کے الفاظ ہیں یا یہ مرفوع حصہ نہیں۔ علامہ ابن عبدالہادی نے بھی تنقیح التحقیق (ج۱/ص۲۹۳) میں یہ روایت نقل کی اور امام ابن جوزیؒ کی تردید کی کہ انہوں نے جو اس روایت کو ضعیف قرار دیا، یہ صحیح نہیں لیکن اس جملہ کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی جو اشراق میں کہی گئی ہے۔ بلکہ خود علامہ ابن جوزیؒ نے آگے مسائل الجماعة والإمامة میں فرمایا کہ يستحب للنساء أن يُصلين جماعة کہ ''عورتوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھیں۔'' اس کے لئے اُنہوں نے اسی دارقطنی کی روایت سے استدلال کیا، ان کے الفاظ ہیں:

لنا حديث أمّ ورقة أن رسول الله ﷺ أذن لها أن تؤم نسائها (ج۱/ص۴۷۱)

''ہمارے موقف کی دلیل اُمّ ورقہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دی کہ وہ اپنی عورتوں کی امام بنے۔'' بلکہ انہوں نے مزید یہ بھی نقل کیا:

"وروي في حديث: تصلي معهن في الصف"

''ایک حدیث میں بیان ہوا کہ وہ ان عورتوں کے ساتھ صف میں کھڑی ہو کر نماز پڑھے۔''

علامہ ابن عبدالہادیؒ نے التنقیح (ج۱/ص۱۱) اور علامہ ذہبیؒ نے بھی تنقیح التحقیق ج۱/ص۲۵۳ میں بالکل اسی طرح نقل کیا جس سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ ان حضرات

www.KitaboSunnat.com

نے دار قطنی کے اسی حصہ سے عورتوں کے لئے عورت کی امامت پر استدلال کیا ہے۔

خورشید صاحب کا یہ ترجمہ کہ ''وہ اپنی عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں'' ہی دراصل اس وسوسہ شیطانی کا باعث ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ وغیرہ کے الفاظ سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہوجاتا ہے کہ اس حدیث میں ''أذن لها'' کا تعلق جس طرح ''یؤذن لها ویقام'' سے ہے، اسی طرح ''وتؤم نسائها'' سے بھی ہے۔

یہ آخری الفاظ بالکل اسی طرح ہیں جس طرح ابوداودؒ وغیرہ کے الفاظ ہیں: ''وأمرها أن تؤم أهل دارها'' فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں ''أَمَرَها'' کے الفاظ ساتھ ہیں جبکہ دارقطنی میں ''أَذِن لها'' ابتدا میں ہیں۔ اور یہ اِذن جس طرح اذان واقامت کے لئے ہے، عورتوں کو نماز پڑھانے کیلئے بھی ہے، اس کو علیحدہ جملہ قرار دینا محدثین کے اُصول سے بے خبری ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی ملحوظِ خاطر ہو کہ حافظ ابن حجرؒ نے اِتحاف المهرة (ج۱۸/ص۳۲۳) میں اوّلاً سنن دارقطنی سے یہی روایت نقل کی، اس کے بعد مزید اس کے طرق واطراف کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے ابن الجارود، ابن خزیمہ، حاکم اور مسند امام احمد کا حوالہ دیا اور ان کی اسانید بیان کیں۔ حالانکہ سنن دارقطنی کے علاوہ باقی مراجع میں ''أن تؤم أهل دارها'' کے الفاظ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کا یہ اُسلوب بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ ایک حدیث ہے اور ''أهل دارها'' کا وہی مفہوم ہے جو دارقطنی میں ''تؤم نسائها'' کے الفاظ کا ہے۔ اس لیے سنن دارقطنی کی روایت کا انکار بہر نوع غلط اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے۔

## ہوس ناکی کی انتہا

دارقطنی کی روایت سے جان چھڑانے کے لئے جو بھدا طریقہ اختیار کیا گیا، اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ خورشید صاحب لکھتے ہیں:

''حدیث میں 'أهل دارها' ہے 'أهل بيتها' نہیں۔ ''أهل الدار'' کے معنی قبیلے والے، محلے والے، خاندان والے ہیں۔ بلکہ شہر، علاقے اور سارے جہاں کے لئے بولا جاتا ہے۔''

(ماہنامہ اشراق: ص۳۷)

بلا شبہ 'دار' کا لفظ بڑا جامع ہے مگر اصلاً یہ لفظ اسی جگہ پر بولا جاتا ہے جو اردگرد سے گھری

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہو۔ چار دیواری سے یا دو پہاڑوں سے یا کسی اور چیز سے۔ قبیلے محلے اور شہر و علاقے پر اس کا اطلاق مجازی ہے، حقیقی نہیں۔"أهل الدار" اسی معنی میں ہے جس میں ہم اہل خانہ کا لفظ بولتے ہیں۔ یعنی گھر میں جو عورتیں ہوتیں، ان کی امامت کی حضرت اُمّ ورقہ کو اجازت دی گئی۔ مگر اس لفظ کو اپنے تمام تر مفہوم میں مراد لینا محض ہوسنا کی کا نتیجہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب اس کا اطلاق شہر، علاقے بلکہ سارے جہاں پر بھی ہے تو اسے 'خاندان والوں' کے لئے خاص قرار دینا کس دلیل پر مبنی ہے؟ جیسا کہ خورشید صاحب نے اس کا یہی ترجمہ کیا ہے۔

یہ اجازت شہر بلکہ پورے علاقے کے مرد اور عورتوں کی امامت کے لئے کیوں نہیں؟ جب ان اطلاقات کی بجائے اس کے معنی 'خاندان والوں' کیا جاتا ہے جو بہرحال مجازی معنی ہے تو حدیث میں اس کی جو تعیین نساء ھا سے ہے، اس حقیقی معنی اور مفہوم سے انکار کیوں ہے؟ اور یہ تو مسلم اُصول ہے کہ الحديث يفسر بعضه بعضًا کہ ایک حدیث دوسری کی تفسیر کرتی ہے، بلکہ امام ابن خزیمہؒ نے "تؤم أهل دارها" کے الفاظ سے جو روایت ذکر کی ہے، اس پر باب ہی یہ قائم کیا ہے:"باب إمامة المرأة النساء في الفريضة" (ج۳/ص۸۹)

''یہ باب ہے عورت کی عورتوں کے لئے امامت کا، فرض نمازوں میں۔''

امام حاکمؒ نے بھی اس حدیث پر یہی باب قائم کیا ہے:

"امامة المرأة النساء في الفرائض" (مستدرک حاکم: ج۱/ص۲۰۳)

امام محمد بن نصر مروزی نے بھی اس سے عورت کی عورتوں کے لئے امامت پر ہی استدلال کیا ہے، ان کے الفاظ ہیں: باب المرأة تؤم النساء في قيام رمضان وغيره (قیام اللیل ص۱۶۲) بلکہ امام ابونعیمؒ نے تو حضرت امّ ورقہؓ کے ترجمہ میں فرمایا ہے کہ "كانت تؤم المؤمنات المهاجرات" وہ مہاجر صحابیات کی امامت کراتی تھی۔ (الحلية: ج۲/ص۶۳) جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرات محدثین نے بھی 'اہل دار' کی امامت سے صحابیات کی امامت ہی مراد لی ہے، صحابہ کرام کی نہیں اور یہی فقہاء و محدثین کی رائے ہے۔ اس کے برعکس جن حضرات نے اس میں مردوں کی امامت بھی مراد لی ہے، ان کے پیش نظر سنن دارقطنی کی روایت نہیں۔ اور مردوں کی شمولیت بھی محض ظن و تخمین کی بنیاد پر

© rasaloijaraid.com

ہے، جیسا کہ خطباتِ بہاولپور میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ

''ظاہر ہے، غلام ان کی امامت میں نماز پڑھتے ہوں گے۔'' (صفحہ:۴۲۰)

جب کہ کسی واضح دلیل سے ثابت نہیں کہ مرد بھی اُمّ ورقہؓ کی امامت میں نماز پڑھتے تھے۔ پھر یہ بات بھی دیکھئے کہ حضرت اُمّ ورقہ ہی نہیں، ان سے درجہ و مرتبہ میں کہیں بڑھ کر اُم المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ بھی نماز پڑھاتی تھیں۔ مگر کن کو؟ صحابیات کو، صحابہ کو نہیں جیسا کہ مصنف عبدالرزاق (ج۳/ص۱۴۱)، مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۲ /ص ۸۹)، التلخیص (ج۲/ص۴۲) وغیرہ میں ہے اور وہ عورتوں کو نماز پڑھاتے ہوئے صف کے درمیان میں کھڑی ہوتیں، صف سے آگے مرد امام کی طرح نہیں۔ حضرت عائشہؓ کا غلام بھی تھا مگر وہ غلام کے پیچھے نماز پڑھتی تھیں۔ غلام ان کے پیچھے نہیں پڑھتا تھا۔ دوسرے صحابہؓ بھی ان کے غلام کے پیچھے نماز پڑھتے۔ لیکن حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ سے نہ کسی صحابی نے امامت کرانے کا مطالبہ کیا، نہ ہی ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت اُمّ ورقہؓ کے پیچھے بھی کسی مرد نے نماز نہیں پڑھی صرف عورتیں پڑھتی تھیں۔ اگر ان کے پیچھے صحابہ کرامؓ نماز پڑھتے ہوتے تو ان کی بجائے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے پیچھے صحابہ کرامؓ کا نماز نہ پڑھنا چہ معنی دارد؟ بالخصوص جبکہ یہ دونوں حضرت اُمّ ورقہ سے بہرنوع افضل تھیں اور قراء صحابہ و صحابیات میں شمار ہوتیں۔ (الاتقان: ج۱/ص۷۲) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرامؓ کسی جلیل القدر صحابیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے بارے میں متفق تھے۔

## امام مزنیؒ وغیرہ کے مسلک کی وضاحت

یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلافِ اقوال ذکر کرتے ہوئے بس امام مزنیؒ، امام ابوثورؒ اور امام ابن جریر طبریؒ کا نام لیا جاتا ہے، کسی صحابی بلکہ تابعی کا نہیں کہ ان میں بھی فلاں اور فلاں مردوں کے لئے عورت کی امامت کو جائز قرار دیتے تھے، بلکہ ابن ابی شیبہؒ میں تو حضرت علیؓ اور امام نافعؒ سے منقول ہے کہ وہ عورت کو عورتوں کا امام بنانے سے منع بھی کرتے تھے۔ (ج۲/ ص۸۹) اس لئے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام میں یہ مسئلہ تقریباً متفق علیہ ہے کہ عورت مرد کی

www.KitaboSunnat.com

امامت نہیں کرا سکتی......!!

امام مزنیؒ اور امام ابوثورؒ کے بارے میں جو بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جواز کے قائل تھے تو یہ دعویٰ بھی علی الاطلاق درست نہیں۔ امام مزنیؒ نے مُختصر المُزني نے "باب إمامة المرأة"میں صرف وہی اقوال بیان کئے ہیں جن سے عورت کی عورتوں کے لئے امامت کا جواز نکلتا ہے۔ چنانچہ اس باب میں امام شافعیؒ کی موافقت میں حضرت عائشہؓ،حضرت اُمّ سلمہ کے آثار نقل کئے ہیں کہ وہ عورتوں کو نماز پڑھاتی تھیں اور صف کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں۔ اس باب میں مردوں کے لئے عورت کی امامت کا قطعاً ذکر نہیں۔ البتہ اس سے پہلے باب اختلاف نية الإمام والمأموم وغير ذلك میں فرماتے ہیں:

"القياس أن كل مُصلّ خلف جُنُب وامرأة ومجنون وكافر يجزئه صلاته إذا لم يعلم بحالهم لأن كل مُصلّ لنفسه لا تفسد عليه صلاته بفسادها على غيره قياسًا على أصل قول الشافعي ...... الخ"

''قیاس یہ ہے کہ جو کوئی جنبی اور عورت اور مجنون اور کافر کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو اسے یہی نماز کافی ہے جب وہ اس کے حال سے بے خبر ہے، کیونکہ ہر نمازی اپنی نماز پڑھتا ہے اس کی نماز اس کے غیر (امام) کی نماز فاسد ہونے کی وجہ سے فاسد نہیں ہوتی، امام شافعیؒ کے اصل قول پر قیاس کی بنا پر۔'' (مختصر المزني على هامش الأم: ج۱ص۱۱۵)

علامہ ابن قدامہؒ نے بھی اس مسئلہ کے تحت کہ ''اگر مشرک یا عورت یا مخنث مشکل پیچھے نماز پڑھی جائے تو نماز دوبارہ پڑھی جائے۔'' فرمایا ہے کہ امام شافعیؒ اور اہل الرائے اس صورت میں دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔

"وقال أبو ثور والمزني: لا إعادة على من صلّى خلفه وهو لا يعلم لأنه ائتم بمن لا يعلم حاله فأشبه ما لو ائتم بمُحدِث" (المغنی: ج۱ص۳۳)

''اور امام ابوثورؒ و مزنیؒ نے فرمایا ہے کہ جس نے اس کے پیچھے بے خبری میں نماز پڑھی، اس پر اعادہ نہیں کیونکہ اس نے اس کی اقتدا کی ہے جس کی حالت کا اسے علم نہیں۔ تو وہ گویا اس کے مشابہ ہے جو بے وضو امام کی اقتدا کرتا ہے۔''

یہی بات علامہ ابن منذرؒ نے الأوسط ج۴ص۱۶۱،۱۶۲ میں بیان کی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ امام مزنیؒ اور امام ابوثورؒ نے مطلقاً عورت کی اقتدا میں مردوں کی نماز کو جائز قرار نہیں دیا، بلکہ ایک خاص جزوی مسئلہ میں، اور وہ بھی تب جب ”لم یعلم بحالھم“ اسے ان کی حالت کا علم نہیں کہ نماز پڑھانے والا کافر ومشرک ہے، یا عورت یا مخنث ہے۔

کیا ایسی صورت میں کہا جائے گا کہ امام مزنیؒ یا امام ابوثورؒ نے کافر کے پیچھے نماز جائز قرار دی ہے؟ اور کافر کو بھی امام بنایا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں تو اس سے عورت کی امامت کا جواز کہاں سے نکل آیا؟ وہ ارادۃً اور قصداً عورت کو امام بنا کر اس کے پیچھے مردوں کی نماز قطعاً جائز قرار نہیں دیتے۔ بلکہ بے خبری میں ایسا ہوجائے تو اعادہ کا حکم نہیں فرماتے۔ مگر غور فرمایا آپ نے کہ ان کے اس موقف کو کیا سے کیا بنا کر پیش کیا گیا اور اس پر بغلیں بجائیں گئی، ان کی تعریف کے ترانے گائے گئے۔ اب یہ کون سا انصاف ہے کہ ان کے اس موقف پر عورت کو امام بنانا تو جائز قرار پائے اور کافر کو امام بنانا ناجائز رہے؟ شاید مستقبل میں یہ غامدی حضرات اپنے وسیع تر مفاد اور اتفاق بین المذاہب کے جذبہ میں یہ فتویٰ بھی صادر فرما دیں کہ کافر کے پیچھے نماز جائز اور اسے امام بنانا درست ہے!!

اسی طرح امام ابوثور کا موقف بھی امام مزنی کے اسی قیاس کے تناظر میں ہے۔ علی الاطلاق ان کی طرف جواز کا انتساب بہرحال درست نہیں۔ کیونکہ علامہ ابن حزمؒ نے بھی المحلی (ج۴/ص۲۲۰) میں ابوثور کا قول عورتوں کی امامت کے بارے میں ہی نقل کیا ہے کہ وہ ان کے درمیان صف میں کھڑی ہوکر نماز پڑھائے، رہا امام ابن جریرؒ کا قول تو بلا شبہ علامہ ابن رشد، علامہ نوویؒ وغیرہ نے یہ ذکر کیا ہے مگر بالا سناد ان سے یا ان کی کسی کتاب میں یہ قول نظر نہیں آیا کہ اُنہوں نے یہ کس تناظر میں فرمایا۔ عین ممکن ہے کہ امام مزنیؒ کی طرح ان کی طرف یہ انتساب بھی کسی جزئی مسئلہ کی بنا پر ہے۔ اگر اسے صحیح تسلیم بھی کیا جائے تو یہ شاذ ہے اور مفصل حدیث کا مخالف ہے۔ صحابہ اور تابعین کے طریقے کے بھی خلاف ہے۔ علامہ ابن رشدؒ نے بھی اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ

”إنما اتفق الجمهور على منعها أن تؤم الرجال لأنه لو كان جائزًا لنقل

ذلك عن الصدر الاول" (بداية المُجتهد : ج۱ص۱۰۵)

"جمہور علما کا اتفاق کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کرسکتی، اس لئے ہے کہ اگر ایسا جائز ہوتا تو صدر اوّل میں اس کی کوئی روایت ہوتی۔"

صدیقہ کائنات حضرت عائشہؓ اور امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ قراء صحابہ وصحابیات میں شمار ہونے کے باوصف مردوں کو نہیں، صحابیات اور دیگر مستورات کو ہی نماز پڑھاتی تھیں۔ بالکل یہی نوعیت تابعین کرامؒ کے طرزِ عمل اور فتویٰ سے معلوم ہوتی ہے۔ بلا دلیل و برہان خیر القرون کے طرزِ عمل سے ہٹ کر ایک نئی راہ اختیار کرنا بہرنوع محمود نہیں، مذموم ہے۔

رہا آخر میں ان کا یہ فرمان

"مرد کو صرف مرد ہونے کی وجہ سے عورت پر قطعی کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ یہ سوچ حکمت قرآنی سے متصادم ہے۔" (اشراق: ص۴۵)

تو عمل صالحہ کے اعتبار سے بلا شبہ عورت اور مرد میں کوئی تفاوت نہیں، لیکن اس بنیاد پر کیا مرد وعورت کے تمام حقوق وفرائض بھی برابر ہیں؟ اور کیا 'اشراق' بھی طلوعِ اسلام کی طرح مرد وزَن کے فرق کا کسی اعتبار سے قائل نہیں رہا؟ کیا وہ اپنے مرشد اور محبوب مفسر مولانا اصلاحی کی 'پاکستانی عورت دوراہے پر' میں نگارشات کو بھی حکمت ِقرآنی کے متصادم سمجھنے لگے ہیں؟ جماعت ِاسلامی سے ان کے اختلاف کے وجوہ و اسباب میں عورت کے بارے میں ان کا موقف کیا حکمت ِقرآنی سے متصادم ہے؟ ہم اور کچھ نہیں کہنا چاہتے بس اتنا عرض ہے کہ اگر یہاں مرد و زن کا فرق حکمت ِقرآنی سے متصادم نہیں ہے تو عورت کے پیچھے مردوں کی نماز ناجائز ہونا بھی حکمت ِقرآنی کے قطعاً متصادم نہیں!!

اشاعتِ خاص بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ

ہفت روزہ 'الاعتصام' لاہور نے بانی الاعتصام مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی کی یاد میں ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے جس میں مشاہیر اہل علم ودانش کی نگارشات شامل ہیں۔

۱۲۳۰ صفحات ◉ عمدہ ولایتی کاغذ ◉ قیمت ۳۰۰ روپے ◉ احباب جلد اپنی کاپی منگوالیں

ادارہ 'الاعتصام': ۱۳۱ رشیش محل روڈ، لاہور ۵۴۰۰۰ فون ۷۳۵۴۴۰۶